Lesson 5: Yusuf (Ayaat 88- 111): Day 18

سُوْرَۃُ یُوْسُف کی تفسیر

سورۃ یوسف کا یہ آخری سبق ہے۔ آیات پر جانے سے پہلے چند ضروری باتیں۔

1) آج کے سبق کا مین تھیم، کہ خاتمہ بِالخیر کن لوگوں کا ہوتا ہے؟ ہم دیکھیں گے کہ یوسفؑ کے بھائی آج تیسری دفعہ یوسفؑ کے پاس آئے ہیں۔

2) دوسری چیز جو اِس سبق سے بہت شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ دُکھ دینے والوں کے ساتھ کیسا رویہ ہونا چاہیے؟ کیا آپ بھی اُنکے ساتھ ایسا رویہ کریں گے؟

3) تیسری چیز آج کے سبق کی کہ سب کُچھ پانے کے بعد بھی یوسفؑ کو کس چیز کی تڑپ تھی؟

4) ایک اور چیز آج کے سبق کی ایک سچے مومن کی دعوت کس چیز کی طرف ہوتی ہے؟ اور کس کے لیے کام کرتا ہے۔

5) اور آخری بات جو آج کے سبق میں کہ قُرآن انسان کے ایمان لانے کے بعد کیسے ہدایت و رحمت بن جاتا ہے؟

اَب آیت نمبر 88 ہے: بھائی اب تیسری دفعہ یوسفؑ کے پاس آتے ہیں اور اب کیوں آئے ہیں۔ پہلی دفعہ آئے تھے پونجی لینے، دوسری دفعہ بھائی کو ساتھ لیکر آئے تا کہ اور اناج ملے۔ اب پونجی سے دونوں بھائیوں کو آزاد کروانے آئے۔ ہیں اب آگے آیتوں کے ساتھ چلتے ہیں۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يَآيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ يَآيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾

جب وہ یوسف کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ عزیز ہمیں اور ہمارے اہل و عیال کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے اور ہم تھوڑا سا سرمایہ لائے ہیں آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا غلّہ دے دیجیۓ اور خیرات کیجیۓ۔ کہ خدا خیرات کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے ﴿۸۸﴾

یاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ انہوں نے کہا کہ ہم پر اور اہل و عیال پر بڑی سختی آگئی ہے۔ کئی سال سے قحط تھا آہستہ آہستہ اَب اُسکے اثرات بھی شروع ہو گئے تھے۔ جو بھیڑ بکریاں تھیں وہ بھی ختم ہو گئی تھیں۔ اُن کی اُون اور دودھ سب ختم ہو گیا تھا- بھیڑ بکریاں کھا کھا کے ختم ہو گئیں۔ جو کچھ بچا تھا وہ سب پونجی بھی اُن کو دے دی۔ کہنے لگے کہ اَب تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے یا پھر آپ یہ کہہ لیجیۓ کہ اناج اور غلہ پہلے ہی نہیں تھا اَب وہ جو بدلے میں دے کر اناج لیتے تھے وہ سَب ختم تھا۔ یوسفؑ کے پاس پہنچ کر کیا کہتے تھے کہ اے عزیزِ مصر ہمارے گھر والوں پر سختی آگئی، بیماری، غُربت آگئی کُچھ بھی تو نہیں ہمارے لیے بچا وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ اور ہم بُہت ہی حقیر سی پونجی لیکر آۓ ہیں۔ لہٰذا فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ اِس کے باوجُود آپ ہمیں پُورا پیمانہ بھر کے دیں۔ آپ ہم پر اِحسان کر دیں اور پُورا دے دیں۔ رہی بات جو کمی ہے ہمارے پیسوں میں تو اُس کے لیے وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا ؕ ہمیں خیرات ہی دے دیجیۓ۔

آپ سوچیۓ کہ یوسفؑ کے دل پہ کیا گزری ہو گی جب بھائیوں کو اتنی تکلیف میں دیکھا ہو گا۔ تو یوسفؑ کا دل بھر آیا۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَاَخِیْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾

(یہ سن کر یوسفؑ سے نہ رہا گیا) اُس نے کہا "تمھیں کچھ یہ بھی معلوم ہے کہ تم نے یوسفؑ اور اُس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جبکہ تم نادان تھے"۔

یوسفؑ کے سامنے اُن کے بھائی کھڑے ہیں اور وہ اُن کو یاد کروا رہے ہیں کہ اُنہوں نے اُس وقت یوسفؑ کے ساتھ کیا کِیا تھا جب اُنہیں عقل نہیں تھی۔۔ اُس وقت بھائیوں پہ کیا گزری ہو گی۔ اصل میں آپکا اپنے بھائیوں سے یہ سوال کرنا اللہ کے اُس وعدے کا حرف بہ حرف پورا ہونا تھا جو ہم پیچھے آیت پندرہ میں پڑھ چکے ہیں۔ کنوئیں میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡهِ اور ہم نے وحی کی؛ 'لَـتُنَـبِّئَـنَّهُمۡ بِاَمۡرِهِمۡ هٰذَا وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ۔' آپ اُن کو اِن کے معاملے کی خبر دیں گے جس وقت کہ وہ جانتے بھی نہیں ہونگے۔ چالیس سال پہلے اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کو تسلی دے دی تھی ایک وقت آئے گا جب تم ان کو انکے معاملے کی خبر دے دو گے۔ اور آج وہ وقت آ گیا۔ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے اللہ کیسے حالات بدل دیتا ہے۔ یوسفؑ کی زبان سے یوسفؑ کا نام سُن کے اُن کا شعور بیدار ہوا۔

قَالُوۡۤا ءَاِنَّكَ لَاَنۡتَ يُوۡسُفُ‌ؕ قَالَ اَنَا يُوۡسُفُ وَهٰذَاۤ اَخِىۡ‌ ۗ قَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡنَاۤ‌ ؕ اِنَّهٗ مَنۡ يَّتَّقِ وَيَصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۹۰﴾

وہ چونک کر بولے "کیا تم یوسفؑ ہو؟" اُس نے کہا، "ہاں، میں یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر احسان فرمایا حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی تقویٰ اور صبر سے کام لے تو اللہ کے ہاں ایسے نیک لوگوں کا اجر مارا نہیں جاتا"۔

بھائیوں کے اندر ایک دم پہچان کی چنگاری جلی اور حیرت سے پوچھنے لگے کہ آپ یوسفؑ ہیں۔ کہا ہاں میں یوسفؑ ہوں۔ یوسفؑ نے ہر ممکن کوشش کر کے بھائیوں کو شرمندگی سے بچایا۔ زبان پہ کوئی ایسا جملہ نہیں لا رہے کہ وہ شرمندہ ہوں۔ سچ تو سچ ہوتا ہے۔ بھائیوں کی زبان پہ وہ جملہ آگیا جس کو سُننے کے لیے بعض دفعہ چالیس سال بھی انتظار کرنا پڑتا ہے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾

انہوں نے کہا " بخدا کہ تم کو اللہ نے ہم پر فضیلت بخشی اور واقعی ہم خطاکار تھے "۔

اس سے ملتا جُلتا جُملہ، پہلے عزیزِ مصر کی بیوی بول چکی ہے۔ اُس نے کہا کہ یوسفؑ سچے ہیں اور میں خطا کار تھی۔ دو بڑے دشمن اس وقت یوسفؑ کی بے گناہی اور اپنے خطاکار ہونے کا اعتراف کرتے نظر آ رہے ہیں۔ یوسفؑ کا نفس کتنا پھولتا کہ دیکھا، میں نہیں کہتا تھا میں سچا ہوں۔ لیکن ایسا کچھ نہیں کہا۔ محسنوں کی زبانیں خاموش ہوتی ہیں۔ اور اگر بولیں تو کیا بولتے ہیں۔

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾

اس نے جواب دیا، " آج تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے، وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے ۔

کہنے کو ایک جملہ ہے لیکن بات ایک جملے میں پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ اس میں جدائی بھی ہے، جیل بھی ہے، ماں تو پہلے ہی نہیں تھی، باپ سے جُدائی بھی ہے۔ اتنے زیادہ صدموں اور تکلیفوں کے بدلے میں صرف یہ کہنا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ آج کے دن تمہاری کوئی پکڑ نہیں ہے۔ میں تمہارے

خلاف کوئی ایکشن نہیں لوں گا۔ یوسفؑ کی شخصیت اُن کے اخلاق کی بلندی کی یہ دلیل ہے کہ آپ نے اپنے بھائیوں کو بغیر کسی شرط پہ، جسے آپ کہہ سکتے ہیں بلا مشروط معاف کر دیا۔

ہم اپنے آپ سے پوچھیں کہ اگر مجھے کسی کے ساتھ اس طرح کا معاملہ پیش آجائے جیسا یوسفؑ کا اپنے بھائیوں کے ساتھ تھا، تو ہم کیا کرتے۔ کیا یوسفؑ نے طعنے دیئے، نہیں، صرف یاد دلایا کہ تم نے کیا کیا تھا۔ ہم عموماً لوگوں کی غلطیوں کا احساس ہی اُن کو غلط طریقے سے دلاتے ہیں۔ 101٪ مقابل کی غلطی بھی ہو پھر بھی اُسکو اُسکی غلطی بتانے میں آپ غلط طریقہ استعمال نہ کریں۔ ورنہ یہ غلطی بھی آپ کے نام پہ آئے گی۔ آپ سچے ہوتے ہوئے بھی جھوٹے کہلائیں گے کیوں کہ آپ کا لہجہ، آپکا انداز ٹھیک نہیں تھا۔ زندگی میں ایک اصول بنالیں کہ اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو تھوڑا سا صبر کر کے اُسے خود اپنی غلطی کا وبال بھگتنے دیں۔ یوسفؑ چاہتے تو کنوئیں میں پھنکتے ہوئے ہی کہہ دیتے کہ بھائیو، یہ کیا کر رہے ہو۔ یا پھر بھائیوں سے پہلی ملاقات میں ہی بتا دیتے۔

پڑھنے میں تو ایسا لگ رہا ہے کہ اِدھر بھائی گئے اور اُدھر آئے لیکن اس میں سال سال کا فرق ہے۔ تیسری ملاقات میں یوسفؑ نے بتایا۔ ہمارے تو پیٹ میں درد شروع ہو جائے جو اتنا انتظار کرنا پڑے۔ یوسفؑ صبر اور تقویٰ کا ایک خوبصورت امتزاج نظر آرہے ہیں۔ پھر کہا مَّا فَعَلْتُمْ، جو تم نے یوسفؑ کے ساتھ کیا۔ یہاں بھی عمل کا ایک خوبصورت نقطہ ملتا ہے۔ یوسفؑ نے لوگوں کو نہیں بتایا کہ میرے بھائیوں نے میرے ساتھ کیا کِیا۔ یہ ہمارا آج کا رویہ ہے۔

میں نے دین سیکھنے کے بعد بھی لوگوں کو بدلتے ہیں دیکھا۔ سب کو اپنے مسائل بتائیں گے۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ شکایت سوئی گیس کے دفتر سے ہے اور لیٹر ہم واپڈا کے دفتر کو لکھ رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح یوسفؑ نے بھائیوں کو معاف کر کے اپنے محسن ہونے کا ثبوت دیا۔

لَاتَثْرِیْبَ۔ جو بندہ دوسروں کو معاف کرتا ہے اللہ اُسکو معاف کرتا ہے۔ یہی جُملے نبیؐ نے اُس وقت بولے جب سن آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہوا۔ یہاں چالیس سال کی جنگ ہے، وہاں بیس اِکیس سال کی جنگ تھی۔ مکہ والوں کو صاف پتہ تھا کہ ہم نے اس شخص کو اتنا ستایا کہ یہ اپنا گھر بار چھوڑنے پہ مجبور ہو گئے۔ اُن کو بھی یہی لگ رہا تھا کہ پتہ نہیں آج ہمارے ساتھ کیا ہو گا۔ تو اللہ کے نبیؐ نے کہا کہ میں آج تمہیں وہی کہوں گا جو میرے بھائی یوسفؑ نے کہا تھا کہ جاؤ، آج کے دن تمہارے اوپر کوئی گرفت نہیں۔ اتنا ہی نہیں تھا نہ صرف خود معاف کیا بلکہ اخلاق کا اعلیٰ ثبوت دیکھیئے کہ اب اللہ سے بھی کہہ رہے ہیں کہ وہ بھی انہیں معاف کر دے۔ یہ اور مشکل ہوتا ہے کہ خود تو معاف کیا لیکن یہ بھی فکر ہے کہ اللہ نہ پکڑ لے اس لیے اب میں اللہ سے کہوں گا کہ وہ بھی تمہیں معاف کر دے۔

یہ کہنے کو بڑا آسان لگتا ہے۔ لیکن جب ہماری دُکھتی رگ پہ پاؤں پڑتا ہے تو اگلی پچھلی ساری باتیں یاد آجاتی ہیں اور ہم بپھرے ہوئے شیر بن جاتے ہیں۔ پھر ابوہُریرہ کی بات یاد آگئی کہ کسی نے کہا کہ لوگ آپ کو باتیں کر رہے ہیں تو کہنے لگے وہ تو باتیں کر رہے ہیں مجھے تو تین چیزوں کی فکر لگی ہے کہ موت کب آئے گی، نامۂ اعمال کس ہاتھ میں دیا جائے گا، اور پُل صراط سے خیر سے گزر جاؤں گا یا نہیں، اور اگر ان تین چیزوں سے خیر سے گزر جاوں تو مجھے کوئی فکر نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ جس دن ہمیں بھی یہ روگ لگ گیا تو پھر لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہیں ہو گی۔

اور اگر ہمیں یہ غم نہ لگے تو ہم ہر آنے والے تیر کو اپنے اوپر لیتے ہیں۔ یوسفؑ اتنے غم لے کر بھی اپنے محسن ہونے کا حق ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ یوسفؑ کی زندگی پہ بات کریں تو اُن کا کسی کے ساتھ بھی جنگی سامنا نہیں ہوا۔ اُن کی جنگ نفس کی جنگ تھی۔ سیلف کنٹرول تھا، اسی لیے محسن بنے۔ یہ کہانی تین نبیوں کے درمیان گھوم رہی ہے۔ نبیؐ، موسیٰؑ اور یوسفؑ۔ تینوں کی زندگی میں یہ سب صدمے ساتھ ساتھ تھے۔ یوسفؑ بھی بچپن میں باپ سے الگ ہو گئے، موسیٰؑ کو دودھ پیتی عمر میں فرعون کے دربار میں بھیج دیا تاکہ وہاں کے حالات سے واقف ہوں اور مدین سے واپس آکر فرعون سے بات کریں۔ یہاں ایک بات نوٹ کریں کہ موسیٰؑ اور یوسفؑ کا مقابلہ اُس دور کی اُونچی کلاس سے ہوا۔ خاص طور پہ موسیٰؑ نے شاہی خاندان کو مخاطب کیا۔ اللہ نے جن سے ہائی کلاس سوسائٹی میں کام کروانا ہوتا ہے، پہلے اُنہیں پالش کرتا ہے۔ اُنکے بات کرنے کا انداز اچھا ہو، سلجھے ہوئے لگیں، نپی تُلی بات کرتے ہوں۔ اگر ایسا نہ ہو تو کوئی نہیں سُنے گا۔ یوسفؑ اس وقت اپنے بھائیوں سے جو معاملہ کر رہے ہیں یہ مہذب معاملہ ہے۔ تہذیب والا معاملہ ہے۔ یوسفؑ نے پہلے اپنا کردار بنایا۔ پھر مصر میں اُنکی دھاک بیٹھی۔ اور آج اپنے خاندان کے سامنے کھڑے ہیں۔

افسوس کی بات ہے کہ آج کچھ دین کا کام کرنے والے اپنی پہچان خراب کر لیتے ہیں۔ پھر لوگ اُنکی بات نہیں سُنتے۔ پھر دیکھیں کہ یوسفؑ علم کی بنیاد پر بات کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کے بعد پانچ سو سال تک ان کا خاندان مصر میں حکمران رہا۔ یوسفؑ نے بغیر لڑے، جنگ کیئے ایک ملک کو فتح کیا اور آج مصر ایک اسلامی ملک نظر آتا ہے۔ لوگ عموماً یوسفؑ کی کامیابی کی وجہ اُن کے حُسن کو کہتے ہیں۔ لیکن جب بچپن میں یوسفؑ خوبصورت تھے تو اُنکا حُسن اُنکو کنوئیں میں لے گیا، اور پھر اُس کے

بعد جیل میں لے گیا۔نہ حسین ہوتے،نہ عزیزِ مصر کی بیوی اُن کی طرف متوجہ ہوتی۔باہر کا حُسن کنوئیں اور جیل میں لے گیا اور جب حکمت ملی تو اندر کے حُسن نے اور علم کے حُسن نے جیل سے نکال کر تخت پر بٹھا دیا۔

اگر آپ کی بچی کے پاس کردار کا حُسن ہو گا تو اگر واجبی شکل وصورت کی بھی ہو گی تو زیادہ محبت لے گی۔ہم ظاہری خوبصورتی پہ اتنی توجہ دیتے ہیں کہ اصل مقصد بھول جاتے ہیں۔ظاہر حُسن تو لوگ دیکھتے ہیں اور اندر کا حُسن رَب دیکھتا ہے۔

اسی پہ اللہ کے نبیؐ نے دعا مانگی تھی:اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي. کہ اے اللہ جس طرح تو نے میرا ظاہر خوبصورت کیا ہے ایسے میرا باطن بھی خوبصورت کر دے۔۔۔آئینہ دیکھنے کی دعا ہے۔

یوسفؑ کو اللہ سے محبت تھی تو اللہ نے سب کو یوسفؑ کے آگے ڈال دیا۔اگر آج ہم بھی اللہ سے محبت کریں تو یہ سارے غیر مسلم بھی ہم سے محبت کرنے لگیں گے۔یہ جو آج ہمیں الزامات ملتے ہیں،اس کے اندر چُھپا ہوا ہے کہ اللہ بھی ہم سے کچھ زیادہ خوش نہیں ہے۔ورنہ اللہ کسی قوم سے پیار کرے اور لوگ اُسے بُرا بھلا کہیں۔تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے کردار کو بہتر بنائیں۔یہاں ہم جو نبیؐ اور یوسفؑ کا تقابل کر رہے ہیں تو نبیؐ نے فتح مکہ کے موقع پر وہی جُملے بولے جو یوسفؑ نے بولے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ دیکھیں تو نبیؐ اور یوسفؑ کی پوری زندگی میں بہت بڑا تقابل ہے۔

1۔دونوں کی زندگی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا۔

2۔اِدھر حضرت یعقوبؑ نے بیٹے سے کہا ہے کہ تجھے اللہ ضرور بڑا بنائے گا۔

3۔ نبیؐ کے لیئے یہ پیشن گوئی ورقہ بن نوفل نے کی تھی۔ جب حضرت خدیجہؓ آپؐ کو اُن کے پاس لے گئیں تھی۔

4۔ اِدھر آپکے بھائیوں نے آپکو گھر سے نکالا اور نبیؐ کو مکہ والوں نے نکلنے پہ مجبور کیا۔

5۔ یوسفؑ باپ سے نکال کر کنوئیں میں ڈالے گئے، نبیؐ مکہ سے نکلے تو غارِ ثور میں آئے۔

6۔ عزیزِ مصر کی بیوی یوسفؑ سے عمر میں بھی بڑی تھی، اُس نے یوسفؑ سے تعلق قائم کرنا چاہا۔ اسی طرح نبیؐ نے اپنے سے بڑی عمر کی خاتون سے شادی کی اور جو بچوں کی ماں بھی تھیں۔ حضرت خدیجہ اور نبیؐ کی مثال ثابت کرتی ہے، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نبیوں کی مثالیں صرف نمازوں کی سُنتیں پوری کرنے کے لیے نہیں ہوتیں۔

7۔ نبیؐ پر بھی ایک تہمت لگی تھی حضرت زینبؓ کے معاملے میں کہ آپ اپنی بہو سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اسلیئے زید بن حارث سے کہا کہ انہیں طلاق دیں۔ یوسفؑ پر عزیزِ مصر کی بیوی اور دوسری عورتوں کی وجہ سے تہمت لگی۔

8۔ دونوں کے خوابوں کا قرآن میں تذکرہ ہے۔

9۔ حضرت یوسفؑ مصر کے حکمران بنے، اور نبیؐ ہجرت کے بعد مدینہ کے حاکم بن گئے۔

10۔ یوسفؑ کے دور میں قحط آتا ہے، نبیؐ کے دَور میں بھی مکہ سے مدینہ آنے کے بعد قحط آیا۔

11۔ اِدھر برادرانِ یوسفؑ ہیں اور نبیؐ پر مکہ میں حملے کرنے والے آپؐ کے نسلی بھائی تھے۔

12۔اِدھر بھی معافی دی جارہی ہے،اُدھر بھی معافی دی گئی۔

13۔اِدھر بھی غلہ کی بات ہے،بھائی بار بار غلہ لینے آرہے ہیں اور اُدھر یمامہ کے حاکم سمامہ نے بھی غلہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔

اب آگے دیکھیں گے کہ حضرت یعقوبؑ سے کیسے ملاقات ہوتی ہے۔

اِذۡهَبُوۡا بِقَمِيۡصِىۡ هٰذَا فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰى وَجۡهِ اَبِىۡ يَاۡتِ بَصِيۡرًا‌ ۚ وَاۡتُوۡنِىۡ بِاَهۡلِكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۹۳﴾

جاؤ،میرا یہ قمیص لے جاؤ اور میرے والد کے منہ پر ڈال دو،اُن کی بینائی پلٹ آئے گی،اور اپنے سب اہل وعیال کو میرے پاس لے آؤ"

بھائیوں کے ساتھ جذباتی گفتگو پوری ہوئی۔ تھوڑی سی بات کر کے اپنا اور اُن کا دل ہلکا کر کے کہتے ہیں کہ باپ کہاں ہیں۔تو کہا کہ اُنکی تو آنکھیں چلی گئیں۔یوسفؑ نے کہا کہ یہ میری قمیض لے جاؤ۔اس سورۃ میں جہاں خوابوں کا بڑا ذکر ہے وہاں قمیض کا بڑا ذکر ہے۔

سب سے پہلی قمیض وہ تھی جو بھائی اُتار کے باپ کے پاس لے آئے۔دوسری قمیض عزیزِ مصر کے قصّے میں آگئی۔اور اب تیسری دفعہ ذکر آرہاہے۔کہ یہ قمیض باپ کی آنکھوں پہ ڈال دینا تو وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔اسی کو دلیل بنا کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یوسفؑ کی قمیض برکت والی ہو سکتی ہے تو ہمارے پیر صاحب کی قمیض کیوں نہیں ہو سکتی۔آپ آگے جا کے پڑھیں گے کہ یہ قمیض کا کمال نہیں تھا۔